Research Journal
Tahqeeqat
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

اسفارِ میر

Meer’s Journeys

Dr. Samina Gul
Head of Urdu Department,
University of Lahore, Sargodha Campus
Kashif Shahzad Awan
M.Phil Urdu Scholar,
University of Lahore, Sargodha Campus

ڈاکٹر ثمینہ گُل
صدر شعبہ اردو ،یونی ورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس
کاشف شہزاد اعوان
ایم فل اردو سکالر، یونی ورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس

Abstract

Travel is inseparable with life because the quest placed in nature does not allow it to remain in one place, so the desire for exploration and exploration is present in every human being. If a person with the same exploratory nature lived in one place, he would have suffered from uniformity. Then psychological problems increased, travel was the only means that inspired the mood of man for colorful dimensions and diversified human emotions and feelings. Without travel, a climate creates boredom in the lives of human beings, travel gave man new scenes and expanded thinking, separated the ability to think and observe from others. Travel gave man new scenes and expanded thinking, separated the ability to think and observe from others. Because of this, he looks at new scenes, sees the scenes passing in the journey with his own eyes, creates new worlds, these new places cause surprise and curiosity, but new observations also begin to emerge from them. If the traveler is a creator, then the observational look in travel becomes creative. Mir's status is that of the uncrowned king of poet, he is also known and considered as a critic. University papers have been written on Mir's multifaceted personality, but many aspects remain relevant. Historians and critics of Mir Taqi Mir's asfar have pointed out that he also mentioned these asfars in "Zikr Mir". Along with the circumstances of Mir's life, the political, economic, social, literary and psychological reflection of this era is prominent.

Keywords: *Mir's Journey, reflects, political, economic, literary, psychological conditions.*

کلیدی الفاظ: میر کے اسفار، عکاسی، سیاسی، معاشی، ادبی، نفسیاتی حالات

سفر زندگی کے ساتھ لازم وملزوم ہے کیونکہ فطرت میں رکھی گئی جستجو اُسے ایک جگہ پر نہیں رہنے دیتی لہذا کھوج اور تلاش کی خُو ہر انسان میں موجود ہوتی ہے۔ اسی کھوج والی فطرت رکھنے ولا انسان اگر ایک جگہ رہتا تو یکسانیت کا شکار ہو جاتا۔ پھر نفسیاتی مسائل میں اضافہ ہو جاتا سفر ہی ایک ایسا ذریعہ تھا جس نے انسان کے مزاج کو رنگارنگ جہات کے لیے آمادہ کیا اور انسانی جذبات و احساسات میں تنوع پیدا کیا۔ سفر کے بغیر ایک سی آب وہوا ایک منظر انسانوں کی زندگی میں اکتاہٹ پیدا کر دیتا سفر نے انسان کو نئے منظر دیئے اور سوچ میں وسعت عطا کی سوچنے سمجھنے اور مشاہدہ کرنے کی صلاحیت کو دوسروں سے الگ کر دیا جداگانہ سوچ اور سوچنے کی صلاحیت نے سب کو الگ الگ صلاحیت عطا کی۔ اس بات کے سبب وہ نئے منظر تراشتا ہوا، سفر میں گزرنے والے مناظر کو اپنی آنکھ سے دیکھتا، نئے جہان بناتا چلا جاتا ہے یہ نئے جہاں جہاں حیرت اور تجسس کا باعث بنتے ہیں بلکہ ان سے نئے مشاہدے بھی سامنے آنے لگتے ہیں۔ سفر کرنے والا اگر تخلیق کار ہو تو سفر میں مشاہداتی نظر تخلیقی بن جاتی ہے۔ میر کی حیثیت سخن کے بے تاج بادشاہ کی ہے انھیں بطور نقاد بھی جانا اور مانا گیا ہے۔ میر کی ہمہ جہت شخصیت پر جامعاتی مقالہ جات تحریر کیے جا چکے ہیں تاہم ابھی کئی پہلو تشنہ ہیں۔ میر تقی میر کے اسفار کی مؤرخین اور ناقدین نے نشاندہی کی ہے کہ ان اسفار کا ذکر انھوں نے ”ذکر میر“ میں بھی کیا۔

OPEN ACCESS
HEC
DRJI
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
اشاریہ اردو جرائد
EuroPub

میر کا پہلا سفر

میر تقی میر کے والد کا جب انتقال ہوا تو اس وقت میر کی عمر گیارہ برس تھی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے ہی حاصل کی۔ والد کے ساتھ ان کی زندگی کے یادگار دن ہیں میر کا پہلا سفر بھی والد کی زندگی میں ہی پیش آیا وہ اپنے والد کے ساتھ لاہور آئے تھے اور ایک ریاکار درویش سے ملتے ہیں جس کا ذکر انھوں نے "ذکرِ میر" میں کیا۔ میر نے اپنے سفر کے حالات وواقعات اور آنکھوں دیکھا حال مشاہداتی انداز سے بیان کیا ہے نثار احمد فاروقی میر کے پہلے سفر کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں:

"فرخ سیر کے زمانے میں ایک شخص نے نئی طرح کا دعوی کیا وہ خود کو بیوگ کہلاتا تھا اس کا فلسفہ یہ تھا کہ ہر نبی کے نو بیوگ ہوتے ہیں اور "میں" حضرت محمد ﷺ کا آخری بیوگ ہوں اس نے اپنے عقیدت مندوں کی بھیڑ اکٹھی کر لی تھی اور اپنا نام "خفشان نود" رکھا اس کے مرید "خربود" کہلاتے تھے اسی طرح مہمل الفاظ جوڑ توڑ کر اس نے ایک کتاب نکال لی تھی جسے "اقوزہ مقدس" کہا جاتا تھا اس کی ہرت ہوئی تو بعض امرا دیکھنے گئے ایک دن فرخ سیر بھی قدم بوسی کے لیے پہنچ گیا جب یہ فتنہ خوب پھیلنے لگا تو محمد علی کی غیرت نے جوش مارا اور ایک دن اچانک لاہور روانہ ہو گئے کچھ زادِ راہ ساتھ لیا لاہور پہنچ کر اس سے مناظرہ و مکالمہ ہوا میر نے اس کی مبہم سی رپورٹ دی کہ وہ دریائے راوی کے کنارے ایک بارہ دری میں رہتا تھا فارسی نما کچھ مہمل جملے بولتا تھا جسے اس کے مرید اور حواری سمجھتے تھے بیلوگ اس کی ریاکاری کو نہیں سمجھ سکتے تھے کہتا تھا کہ میں دین محمدی کی تائید کرتا ہوں"(۱)

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ میر نے ذکر میر میں اپنے سفر کے حالات وواقعات نثری صورت میں لکھے اور فرخ سیر کے زمانے میں میر کی عمر سات آٹھ سال تھی۔ میر کا پہلا سفر آٹھ سال کی عمر میں پیش آیا۔

میر اکا دوسرا سفر

میر تقی میر نے جس عہد میں آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا وہ عہد سیاسی اور معاشی بدحالی کا تھا۔ آگرہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں انتظامی ڈھانچے بدنظمی کا شکار تھے۔ صنعت و تجارت کا نظام تباہ و برباد ہو چکا تھا بے روزگاری اور بھوک نے اپنے پنجے گاڑھ رکھے تھے۔ بے چارگی اور بے یقینی کی فضا نے پورے آگرے کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ نادر شاہ کے حملے نے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی اور دہلی سے حکمران ساز و سامان لوٹ کر لے گئے تھے۔

"نادر شاہ 9 مارچ 1739ء کو فتح و ظفر مندی کا نقارہ بجاتا ہوا دہلی میں داخل ہوا۔ 11، 12 اور 13 مارچ 1739ء کو دہلی میں وہ قتلِ عام ہوا جس میں تیس ہزار سے زائد انسان قتل ہوئے۔ 3 مئی کو اٹھاون دن قیام کرنے کے بعد اس حالت میں رخصت ہوا کہ آٹھ مغل بادشاہوں کے جمع ہوئے خزانے اس کی مٹھی میں تھے۔ اندازے کے مطابق 80، 70 کروڑ

مالیت کا سونا چاندی، ہیرے اور زر نقد اپنے ساتھ لے گیا جو دس ہزار اونٹوں، دس ہزار گھوڑوں اور تین ہزار جنگی ہاتھیوں پر لادا گیا۔"(۲)

میر کی زندگی مزید مشکل ہوگئی اور گھر کے اخراجات کی ذمہ اری بھی ان پر آن پڑی۔ اس نے جگہ جگہ اپنے روزگار کے لیے اپنا دامن پھیلایا مگر مایوسی اور نامرادی نے ان کا دامن تھامے رکھا۔ والد کی وفات کے بعد سوتیلے بھائیوں کی بدسلوکی نے میر کو شکستہ کر دیا انھیں گھر سے نکال دیا۔ آگرے میں میر کی زندگی تنگ پڑ گئی ان کے دوست احباب ان سے نظریں چراتے اور منہ پھیر کر گزر جاتے تھے حالانکہ میر کو وہاں سے بڑے بڑے جبہ و دستار ملے تھے مگر وقت پڑنے پر انھوں نے تمام احباب کو کھوکھلا پایا۔ وہ دل برداشتہ ہوگئے انھوں نے آگرہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا آخر کار 1734-35 میں وہ شاہجہاں آباد آگئے۔ یہاں بھی وہ پریشان ہی رہے لیکن وہاں ان کی ملاقات محمد باسط سے ہوئی جنھوں نے اس وقت کے والی صمصام الدولہ سے میر کی ملاقات کرادی۔ انھوں نے ایک روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا جو میر کو 1739ء تک ملتا رہا لیکن جب صمصام الدولہ نادر شاہ کے ہاتھوں زخمی ہوا تو میر کا وظیفہ پھر بند ہو گیا اور وہ دوبارہ اکبر آباد آگئے۔ اس وقت دلی کی حالت خراب تھی سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا تھا اور انھوں نے دلی میں آکر اپنی زندگی کے بہت برے دن گزارے 24 فروری 1739ء میں مغل بادشاہ ابوالفتح نصیر الدین محمد شاہ اور نادر شاہ کے درمیان پھر آمنا سامنا ہوا جنگی حکمت عملی اور جدید ہتھیاروں کی مدد سے محمد شاہ کو نادر شاہ کی فوج سے شکست ہوئی۔ نادر شاہ نے دلی میں قتل و غارت کی انتہا کر دی ان حالات کے پیش نظر میر کو واپس آگرہ آنا پڑا۔

"میر اس زمانہ میں دلی آئے جب واقعی دونوں ہاتھوں سے دستار سنبھالنا مشکل تھی ہر طرف نفسا نفسی، خود غرضی، غارت گری اور ابتری کا عالم تھا اس وقت شاعر تو شاعر بڑے بڑے امراء و رؤسا پریشان اور مضمحل تھے۔ بلندی اور نگوں ساری، تاجوری اور نوحہ گری ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ اس کارگاہِ شیشہ گری میں اگر قدم بھی اُٹھانا تھا تو بڑی احتیاط سے، اور سانس بھی لینا تھا تو آہستہ"(۳)

میر کا تیسرا سفر

میر دوبارہ دلی 1747-48ء میں گئے 1747ء میں قزلباش قوم کے سردار کے ہاتھوں نادر شاہ کا قتل ہوا۔ تب احمد شاہ ابدالی کا سب سے بڑ معرکہ پانی پت کے میدان میں ہوا۔ احمد شاہ ابدالی "فرخ آباد" کے قریب چند ایرانیوں کو شکست دیتے ہوئے کابل اور قندھار کو فتح کرتا ہوا پشاور سے دہلی آگیا۔ میر ناچاری کی حالت میں دوسری بار دہلی پہنچے وہ اپنے سوتیلے ماموں خان آرزو کے ہاں ٹھہرے اس وقت میر کی عمر سترہ برس تھی یہاں قیام کے دوران ان کی زندگی میں ایک الم ناک واقعہ پیش آیا جس کے باعث وہ جنون کا شکار ہوگئے۔ پھر وہاں دوبارہ حالات خراب ہوگئے۔ خان آرزو کی بدسلوکیوں نے انھیں چین سے نہ رہنے دیا اور انھیں ذہنی اذیت میں مبتلا کر دیا۔

اس سفر کا ذکر میر نے اپنی مثنوی خواب وخیال میں اس طرح کیا:

"بندھا اس طرح آہ بارِ سفر | کرے راہ رخت کچھ نہ بار سفر
چلا اکبر آباد سے جس گھڑی | در و بام پر چشم حسرت پڑی
دل مضطرب اشک حسرت ہوا | جگر رخصتانے میں رخصت ہوا
پس از قطع رہ لائے دلی میں بخت | بہت کھینچی میں نے یاں آزار سخت
جگر جور گردوں سے خوں ہو گیا | مجھے رکتے رکتے جنوں ہو گیا"(۴)

اس دوران میر اور خان آرزو کے تعلقات انتہائی کشیدہ ہو گئے اور پھر میر کو خان آرزو کے گھر سے نکلنا پڑا۔ سیاسی اور میر کے نجی واقعات نے میر کی زندگی کو متاثر کیا شہروں کی تباہی و بربادی اور رشتہ داروں کے سلوک نے میر کے مزاج میں وحشت پیدا کر دی وہ آگرہ چھوڑ کر دلی آئے تو دلی میں قتل و غارت گری ہو رہی تھی۔ میر پہلے ہی الم زدہ تھے مزید پژمردہ ہو گئے۔ میر نے قیام دلی میں کے زمانے میں بے شمار ایسے دردناک مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے جن کے اثرات ان کی ذات پر نمایاں ہیں پانی پت کے بعد میر نے ابدالی کے سپاہیوں اور روہیلوں کے ہاتھوں دلی کو لٹتے دیکھا شہر کے دروازوں کو توڑ دیا گیا تھا لوگوں کو قید کیا جا رہا تھا انسانوں کو جلایا جا رہا تھا۔ چھتیں توڑ کر شرفاء کی تذلیل کی گئی۔ ابدالی فوج کے ہاتھوں دلی شہر کی جو بربادی ہوئی میر نے ذاتی طور پر اس تباہی کا تجربہ کیا۔ انھوں نے دلی کے قیام میں آسودگی خوشحالی اور فراغت کا زمانہ بہت کم دیکھا اس دوران میر معاشی بدحالی کا شکار رہے اور سیاسی افتاد کے حصار میں رہے اس دوران انھیں نے دلی کی تباہی کے حوالے سے ایسے اشعار کہے جن میں ان کا دلی کا کُرب نمایاں نظر آتا ہے۔

میر کا چوتھا سفر

میر کے تعلقات رعایت علی خان سے 1748 سے 1750ء کے دوران استوار ہوئے ان حالات میں انھوں نے دہلی سے پشکر کا سفر کیا میر رعایت علی خان کے اس وقت ملازم تھے۔ میر نے لڑائی کے دوران یہ سفر کیا اور میر رعایت علی خان کے ساتھ رہے۔

میر کا پانچواں سفر

میر نے اپریل 1750ء میں اجمیر کا سفر کیا جہاں انھوں نے خواجہ معین الدین اجمیری کے دربار پر حاضری دی۔

میر کا چھٹا سفر

روہیلوں کی جنگ میں جب نواب قائم خان بنگش مارا گیا تو نواب صفدر جنگ، اسحاق نجم الدولہ اور میر کے ہمراہ دلی گئے جہاں صفدر یار جنگ کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور میر تکلیفیں اُٹھاتے ہوئے ہارے ہوئے لشکر کے ساتھ واپس آئے۔ میر ان حالات میں مقروض ہو گئے۔ شاہی خزانہ بھی خالی تھا اس لیے رفقاء کار خالی ہاتھ تھے کوئی بھی میر کی مدد نہ کر سکا۔

میر کے دیگر اسفار

ان اسفار کے علاوہ میر تقی میر دیگر سفر بھی کیے جیسا کہ 1754ء میں اپنے ساتواں سفر میں دہلی سے ضلع بلند شہر سکندر آباد گئے۔ اس کے بعد آٹھواں سفر میں دہلی سے برسانہ سفر کیا، نواں سفر میں برسانہ سے راجھستان کمہیر بھی گئے۔ میر تقی میر اپنے دسواں سفر میں شجاع الدولہ کو سمجھانے کے لیے راجا ناگر مل کے ساتھ ایک سفر بھی کیا جس کی منزل نہیں تھی۔ میر تقی میر نے گیارھواں سفر کمبھر سے دہلی کا کیا۔ احمد شاہ ابدالی کی لوٹ مار کے بعد میر کی پریشانیوں میں مزید اضافہ ہو گیا تلاشِ معاش کے سلسلے میں انھیں ایک بار پھر دلی کو خیر باد کہنا پڑا۔ میر اپنے اہل و عیال کے ساتھ دلی سے رخصت ہوئے ان کے پیش نظر کوئی منزل نہ تھی وہ دن بھر آٹھ نو کوس چلے رات کسی سرائے میں ایک درخت کے نیچے گزاری۔ یہاں میر کی ملاقات راجہ جگل کشور کی بیوی سے ہوئی وہ میر کے فن شعر و سخن کی دل سے قدر کرتی تھی وہ میر کو اپنے ساتھ "کاماں" لے گئی۔ یہاں انھوں نے عاشورہ گزارہ صفدر یار جنگ کے خزانچی سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے میر کی امداد اور اعانت کی۔ ان حالات میں میر کا شعری سفر جاری رہا جس میں انھوں نے مشاہدات کو حقیقت نگاری سے بیان کیا۔ 1760ء میں پانی پت کی تیسری لڑائی میں جن راجہ ناگر مل کمبھر آیا تو میر وہیں مقیم تھے۔ میر تقی میر نے بارھواں سفر تیئیس برس بعد 1762ء دہلی سے آگرہ کا کیا جبکہ تیرھواں سفر دہلی سے دوبارہ آگرہ 1766ء میں کیا۔ انہوں نے اپنا چودھواں سفر راجا نگر مل کے ساتھ کاماں کا کیا یہ 1772ء کی بات ہے۔

1770ء میں میر جواہر سنگھ کے مارے جانے کے بعد جب جاٹوں کی فتنہ انگیزی حد سے بڑھی تو راجہ ناگر مل نے آگرہ چھوڑنے کی اجازت چاہی مگر جاٹوں نے انکار کر دیا راجہ ناگر مل نے بڑی جرات سے اپنے دو بیٹوں کو ساتھ لیا اور قلعہ سے باہر آ گئے اس قافلے میں میر بھی راجہ ناگر مل کے ہمراہ ہوئے اور "کاماں" (جے پور) میں داخل ہوئے جہاں انھوں نے کچھ دن سکون سے گزارے۔ میر تقی میر نے پندرھوان سفر کاماں سے فرخ آباد گئے۔ اس طرح سولھواں سفر 1772ء میں فرخ آباد سے دہلی، سترھواں سفر میں دہلی سے سکرتال اسی سال گئے۔ میر تقی میر نے اٹھارھواں سفر سکرتال سے نجیب آباد، نہوڑ، شیر کوٹ، سیوہارہ، سلیم پور، اودھ، گڑھ مکیسر ہاپوڑ سے ہوئے ہوئے دہلی آ گئے۔ 1772ء میں میر نے اپنا انیسواں سفر فرخ آباد کے راستے لکھنو گئے۔

"کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو	ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب	رہتے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے
اس کو فلک نے لُوٹ کے برباد کر دیا	ہم رہنے والے تھے اُسی اُجڑے دیار کے "(۵)

میر تقی میر نے اپنا بیسواں سفر آصف الدولہ کے ساتھ بہرائچ کا کیا۔ لکھنؤ میں نواب آصف الدولہ میرؔ پر بڑے مہربان تھے۔ جن نواب (بہرائچ) میں شکار کھیلنے گئے تو میرؔ بھی ان ساتھ تھے اس موقع پر میرؔ نے شکار نامے بھی نظم کیے ان شکار ناموں میں بھی سفر کے حالات و واقعات کو بیان کیا گیا ہے انھوں نے شکار ناموں میں سفری حالات کو بیان کیا ہے۔ اس طرح میر تقی میر نے اپنا اکیسواں سفر آصف الدولہ کے ہمراہ پیلی بھیت اور کوہ ہمالیہ گئے۔

میر کا آخری سفر مثنوی ننگ نامہ میں درج ہے۔ ان کا یہ سفر وہ سفر ہے جس میں انھوں نے اپنے تجربات و مشاہدات کو منظوم بیان کیا۔ کوئی بھی ادیب یا شاعر جب سفر پہ نکلتا ہے اس کی احساساتی آنکھ نئے منظر تلاشتی نئے جہانوں کی خبر دلاتی ہے میر کے اسفار ان کی زندگی کے حالات کے

ساتھ ساتھ اس عہد کا سیاسی، معاشی، سماجی، ادبی اور نفسیاتی عکس نمایاں ہوتا ہے میر کے اسفار اس لیے بھی اہمیت کے حامل ہیں کہ میر کا کوئی بھی سفر ان کے مشاہدات سے خالی نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

1. نثار احمد فاروقی، میر تقی میر، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، طبع اول، 1985ء، ص16
2. ایضا: ص127
3. شمس الرحمان فاروقی، شعر شور انگیز، ترقی اردو بیورو، 1990، ص32
4. الیاس برنی، مناظر فطرت، حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ، 1912، ص129
5. ایضا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havashi-o-Havalajat

1. Nisar Ahmad Farooqi,Meer Taqi Meer, Nai Dahli Traqi e Urdu Beorow,Tabaa Awal,1985:P16
2.Ibid :P 127
3.Shams Ur Rahman Farooqi, Shaer e Shoor Angaiz, Taraqi e Urdu Beurow,1990:P 32
4. Ilyas Barni, Manazir Fitrat, Headar Abad Dakkan , Jameya Usmaneye,1912:P 129
5.Ibid: P12